موجودہ شورش: اسباب اور علاج

آج کل وطنِ عزیز تہہ درتہہ بحرانوں کے جس سنگین دور سے گذر رہا ہے، اس کی کوئی مثال ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ ملک کا ہر حساس باشندہ اس صورتِ حال پر بے چین ہے، اور اُسے ان حالات میں روشنی کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آ رہی۔ ایسے پُر آشوب حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کے وجود و بقا کی خاطر ہر شخص اپنی ذات سے بلند ہو کر سوچے، اور ملک کے تمام طبقات، تنظیمیں اور جماعتیں اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈالیں اور ملک کو مل جل کر اس گرداب سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ملک کے گوناگوں مسائل میں جس چیز نے کئی گناہ اضافہ کر دیا ہے، وہ بڑھتی ہوئی بدامنی، سڑکوں پر غارت گری اور بالخصوص بم دھماکوں اور خود کُش حملوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کے نتیجے میں تقریباً ہر ہفتے کہیں نہ کہیں درجنوں افراد کی ہلاکت سینکڑوں خاندانوں کو اُجاڑ چکی ہے اور یہ سلسلہ کسی حد پر رکتا نظر نہیں آ رہا۔

یہ بات تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اسلام میں خود کُشی حرام ہے، اور قرآنِ حکیم اور احادیثِ شریفہ کے احکام وارشادات اس بارے میں بالکل واضح ہیں، لیکن جب کسی دشمن سے جائز اور برحق جنگ ہو رہی ہو، اُس وقت دشمن کو مؤثر زک پہنچانے کے لیے کیا کوئی خود کُش حملہ کیا جا سکتا ہے؟ شرعی اور فقہی طور پر اس بارے میں دو رائے ہو سکتی ہیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران حقیقی ضرورت پیش آ جائے اور ہدف بے گناہ لوگ نہ ہوں تو خود کُش حملہ جائز ہے، یہ اُسی طرح کا خود کُش حملہ ہوگا جیسے ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے حملے کے وقت ''چونڈہ'' کے محاذ پر پاکستانی فوج کے جوانوں کی یہ داستانیں مشہور ہیں کہ وہ جسموں سے بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں سے ٹکرا گئے تھے۔ اور اُس کے نتیجے میں ٹینکوں کی پیش قدمی روک دی تھی۔ چونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور ملک وملت کو دشمن سے بچانے کے لیے ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران کوئی شخص ایسا اقدام کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حسنِ نیت کی بنا پر اس کی قربانی کو قبول فرما لیں۔ لیکن یہ ساری بات اُس وقت ہے جب کھلے ہوئے دشمن سے کوئی جائز اور برحق جنگ ہو رہی ہو، اس بحث کا اُس صورت سے کوئی تعلق نہیں ہے جہاں خود کُش حملے کا نشانہ ایسے کلمہ گو مسلمانوں کو یا ایسے غیر مسلموں کو بنایا جائے جن کے جان ومال کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔ ایک کلمہ گو مسلمان، خواہ عملی اعتبار سے کتنا گناہ گار ہو، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس حرمت کا حامل ہے، اور قرآن وحدیث کے ارشادات نے ایسے شخص کے قتل کرنے کو ناقابلِ معافی جرم قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی جان ومال کو کعبے سے بھی زیادہ حرمت کا حامل قرار دیا ہے۔ بلکہ وہ خود کُش حملہ جس کا نشانہ مسلمان یا مسلمان ریاست کے پُر امن شہری ہوں، دوہرا گُناہ ہے، ایک

تو وہ دوسرے کے خلاف قتلِ عمد کا گناہ ہے، اور اس کے نتیجے میں جتنے انسان ناحق قتل ہوں، وہ اتنے ہی زیادہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اور دوسرے اس صورت میں خودکشی کے حرام ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے خودکشی کا گناہ اس کے علاوہ ہے۔

اس لحاظ سے ہمارے ملک کے مختلف حصوں میں جو خودکش حملے ہو رہے ہیں اور جن کے نتیجے میں سینکڑوں مسلمان اور پُرامن شہری ناحق ہلاک ہو چکے ہیں، وہ دینی اعتبار سے انتہائی سنگین گناہ ہیں اور ''فساد فی الأرض'' کے زمرے میں آتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ خودکش حملے کون کر رہا ہے؟ اور کیوں کر رہا ہے؟ ان اقدامات کی پوری مذمت کے ساتھ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جو لوگ بھی اس قسم کے حملے کرتے ہیں، وہ یہ جان کر کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا نشانہ بنے یا نہ بنے، سب سے پہلے وہ خود موت کے منہ میں جائیں گے۔ عام حالات میں زندگی ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے، اور کوئی بھی شخص انتہائی غیر معمولی حالات کے بغیر خود اپنے آپ کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا۔ لہٰذا سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کیا یک کس وجہ سے اس غیر معمولی اقدام پر آمادہ ہوگئی ہے کہ نہ اُسے اپنی جان کی پروا ہے، نہ اپنے یتیم ہونے والے بچوں، بیوہ ہونے والی بیوی اور غم زدہ خاندان کا کوئی خیال ہے، اور نہ اس بات سے کوئی بحث ہے کہ اُس کے مرنے کے بعد دنیا اُسے کیا کہے گی؟

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ خودکش حملوں کی یہ بہتات ہمارے ملک میں پچھلے چند سالوں ہی سے پیدا ہوئی ہے، اس سے پہلے اس کا کوئی وجود ہمارے ملک میں نہیں تھا۔ یقیناً اس کے کچھ اسباب ہیں جنہیں دور کیے بغیر محض ایسے لوگوں پر غصّے سے دانت پیس کر تشدد کی فضا کو اور ہوا دینے سے یہ صورتِ حال ختم نہیں ہوسکتی۔ اگر واقعی ہم اس صورت حال کو ختم کر کے ملک میں امن امان بحال کرنے میں مخلص ہیں تو ہمیں پوری حقیقت پسندی کے ساتھ اپنی پالیسیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالنی ہوگی، اور جو غلط پالیسیاں اس کا سبب بنی ہیں، انہیں تبدیل کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔

یہ خودکش حملے جن میں ایک انسان اپنے ساتھ کبھی دو چار، کبھی آٹھ دس، کبھی پچیس تیس اور کبھی اس سے بھی زیادہ افراد کو ہلاکت کے غار میں دھکیل دیتا ہے، درحقیقت ایک شدید جھنجھلاہٹ اور چڑچڑاھٹ ہے جو ہر طرف سے مایوس ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یوں تو ہماری بیشتر حکومتیں امریکہ کے زیر اثر رہی ہیں، لیکن ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ہماری حکومت نے امریکہ کا بالکل تابع مہمل بن کر جس طرح اپنے آپ کو امریکہ کی بھینٹ چڑھایا، اور امریکی مفادات کی جنگ کو اپنے ملک میں لا کر جس بے دردی سے قومی مفادات کا خون کیا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہماری افواج کو امریکہ کی رضامندی کی خاطر خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف آپریشن میں استعمال کیا گیا۔ امریکہ اور بھارت کے مقابلے میں بزدلی دکھائی گئی، اور تمام تر بہادری کا مظاہرہ وانا، وزیرستان، سوات، بلوچستان اور لال مسجد کے نہتوں پر کیا گیا، اور خواتین کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں نے جامعہ حفصہ کی سینکڑوں خواتین کو بھی خون میں نہلا کر واشنگٹن کی شاباش حاصل کی۔

دوسری طرف ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کی آڑ میں ملک کو بے دینی کی طرف لے جانے کی کوششیں پورے اہتمام کے ساتھ جاری ہوئیں، نظامِ تعلیم کو اپنے قومی مقاصد اور مصالح کے بجائے غیروں کے لیے خوش نما بنانے کی خاطر نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں، حدود کے قوانین میں عورتوں کے حقوق کے نام پر سراسر بے جواز ترمیمات کی گئیں جن کا

نہ صرف یہ کہ عورتوں کے حقوق سے تعلق نہ تھا، بلکہ وہ ان کے لئے مزید بے انصافی پر مشتمل تھیں۔ عریانی وفحاشی کو فروغ دیا گیا، اور فحاشی کے اڈوں کی عملاً سر پرستی کی گئی، روز افزوں گرانی اور بے روزگاری نے غریبوں کے لیے جینا دوبھر کر دیا، ملک بھر میں قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا طوفان برپا ہے، جس کی بنا پر کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی جان اور مال کے بارے میں ہروقت خطرات کا شکار نہ ہو، اور حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے بجائے میراتھن ریس، بسنت اور رقص وسرود کو فروغ دینے میں مصروف رہی۔ عدالتوں سے انصاف حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مرادف بن گیا، پھر عدلیہ کو انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پامال کیا گیا، اور دفتروں میں رشوت ستانی کے نتیجے میں عوام دربدر کی ٹھوکریں کھا کر بھی اپنے چھوٹے چھوٹے کام کرانے سے قاصر ہوگئے۔

ان تمام حالات کے باوجود حکومت نے اپنے طرزِ عمل سے لوگوں کو یہ تأثر دیا کہ اُس کے دربار میں عوام کے حقوق اور مطالبات کی کوئی شنوائی نہیں ہے، اور اس ملک میں پُرامن اور آئینی راستے سے کوئی معقول مطالبہ منوانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہاں لاقانونیت کا راج ہے، دھونس، دھاندلی لوٹ مار اور قتل وغارت گری کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں اور قانون پر چلنے والوں کو قدم قدم پر مصائب کا سامنا ہے۔ یہاں پُرامن طریقے پر اسلام کے نفاذ کا مطالبہ ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے، اور اس کے حق میں قرآن وسنت اور عقل ودانش کی کوئی دلیل نہ صرف کارگر نہیں، بلکہ مقتدر حلقے اُسے توجّہ سے سننے کے بھی روادار نہیں ہیں۔

بہ ظاہر یہ وہ مجموعی حالات ہیں جنہوں نے کچھ جذباتی اور مایوس افراد کے دل میں وہ جھنجلاہٹ پیدا کی جو خودکُش حملوں کی صورت میں ظاہر ہورہی ہے، یہ لوگ ہر طرح کے پُرامن راستوں سے مایوس ہوکر تشدّد کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ ان میں ایسے نوجوان بھی ہوں گے جن کے گھر حکومت یا امریکہ کے آپریشنوں میں ملبے کا ڈھیر بنا دیے گئے، اور جنہوں نے ان فوجی کارروائیوں میں اپنے پیاروں کو تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوئے دیکھا، اور اب ان کے پاس انتقام کی آگ کے سوا کچھ نہیں بچا، جو وہ خود اپنی جان دیکر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اور ایسا لگتا ہے کہ وہ ملک دشمن طاقتیں جو پاکستان کو (خاکم بدہن) افراتفری کی نذر کرکے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں، یا اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر اس پر حملہ آور ہونا چاہتی ہیں، وہ بھی اس آتش گیر فضا سے فائدہ اٹھا کر ایک طرف خود بھی دھماکے کرا رہی ہیں، تاکہ ہر دھماکہ انہی انتہا پسندوں کی طرف منسوب کیا جاسکے، دوسرے انہوں نے ایسے جذباتی افراد کو درپردہ ابھارا ہے کہ وہ اپنا یہ مشن جاری رکھیں۔ انہیں یہ کہہ کر گمراہ کیا گیا ہے کہ موجودہ حالات کی ذمہ داری جس طرح حکومت پر عائد ہوتی ہے، اسی طرح وہ شہری بھی اس کے جرائم میں برابر کے شریک ہیں جنہوں نے ایسی حکومت کی اطاعت قبول کر رکھی ہے، لہٰذا ان سب پر حملہ کرکے انہیں ختم کرنا جائز ہے۔

یہ جذباتی ذہنیت اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے سامنے کوئی زبانی کلامی دلیل فائدہ مند نہیں ہوتی۔ اور اس ذہنیت کا مقابلہ کرنے کے لئے جتنا زیادہ تشدّد اختیار کیا جائے گا، اُس کی اشتعال پذیری میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ لہذا پاکستان کی سول آبادی پر ہونے والے فوجی آپریشن اس صورتِ حال کا حل نہیں ہیں۔ اس ذہنیت کے مقابلے کے لئے جوش سے زیادہ ہوش اور ہتھیار سے زیادہ ناخنِ تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے نزدیک سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنہیں ''شدّت پسند'' یا ''انتہا پسند'' کہا جا رہا ہے، حکومت ان کو امریکی آنکھ سے دیکھنے کے بجائے پاکستانی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ یہ لوگ، خواہ آزاد قبائل میں ہوں، یا سوات اور مالاکنڈ میں، یا بلوچستان میں، دراصل ہمارے ہی بھائی ہیں، ہمارے ہم وطن اور ہمارے ہم مذہب ہیں۔ یہ پاکستان کے دشمن نہیں، بلکہ ان میں بہت بڑی تعداد اُن کی ہے جو قبائلی علاقوں میں ہمیشہ پاکستان کی سرحدوں کے محافظ رہے ہیں، لیکن حالات نے انہیں حکومت کا دشمن، اور انتہا پسند جذباتیت نے انہیں ہر اُس شخص کا دشمن بنا دیا ہے جو حکومت دشمنی میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو۔ اگر حکومت اپنی پالیسیوں میں مثبت تبدیلیاں لاسکتی ہو تو اُن اسباب کو ختم کیا جا سکتا ہے جن کی بنیاد پر ان کی انتہاء پسندی کو ہوا ملی ہے، اور جن کی وجہ سے وہ سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

مرے طائرِ نفس کو نہیں گلستاں سے رنجش

ملے گھر میں آب ودانہ تو یہ دام تک نہ پہنچے

اگر اس طرزِ فکر کی سچائی ایک مرتبہ دل میں بیٹھ جائے تو کچھ تجاویز ہیں جن پر عمل کر کے ہم موجودہ بحران سے نجات حاصل کر سکتے ہیں:

(۱) ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر ہم نے جس طرح آنکھ بند کر کے امریکہ کی حکمت عملی اختیار کی ہے، اُس کے بارے میں اس حقیقت کا دل سے اعتراف کیا جائے کہ وہ قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔

(۲) شمالی علاقہ جات اور بلوچستان میں فوجی آپریشن فوری طور پر بند کر کے وہاں کی شورش کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، اور شورش کے رہنماؤں سے اس پر کھلے دل کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں، اور ان کے جائز مطالبات کو وہ اہمیت دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

(۳) اس حقیقت کا ادراک کیا جائے کہ اصل میں طالبان دہشت گرد نہیں ہیں، اور نہ ان میں سب لوگ انتہاء پسند جذباتی ہیں، اُن میں ایسے عناصر موجود ہیں جن سے معقولیت کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے۔

(۴) شمالی علاقہ جات اور آزاد قبائل کے معتدل علماء اور خوانین خونریزی کے حق میں نہیں ہیں، لیکن اُن کی بات مشتعل عناصر میں اس لئے مؤثر نہیں ہو رہی کہ حکومت کی طرف سے مسلسل خلافِ اسلام پالیسیاں جاری رہی ہیں، اور اُن کی موجودگی میں ان معتدل علماء اور خوانین کی طرف سے عدمِ تشدد کی اپیلیں بے اثر ہیں، کیونکہ تشدد رکوانے کے لئے اُن کے ہاتھ میں کوئی ایسی مثبت بات نہیں ہے جو وہ ان مشتعل عناصر کے سامنے پیش کر کے سرخ رُو ہو سکیں۔ اگر حکومت لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر سکے کہ اب وہ اپنی پالیسیاں مرتب کرتے وقت واشنگٹن کی چشم و ابرو کا اشارہ دیکھنے کے بجائے ملک وملت کے مفاد پر نظر رکھے گی، اپنے ہم وطنوں کے خلاف فوجی کاروائیاں بند کر یگی اور اپنی خلافِ اسلام پالیسیوں کو ختم کر دے گی، اور اس غرض کے لیے عملی اقدامات کر کے بھی دکھائے جائیں اور انہیں مؤثر طور پر جاری رکھا جائے تو یہ معتدل عناصر جذباتی عناصر کی ایک بڑی تعداد کو شورش سے باز رکھ سکتے ہیں۔

(۵) اس حقیقی کوشش کے باوجود اگر کچھ لوگ شورش پر آمادہ رہیں تو اوّلاً اُن کی آواز اتنی مؤثر نہیں رہے گی، اور دوسرے معتدل حلقوں کی طرف سے اُن کے خلاف کھل کر اعلانِ براءت ممکن ہوگا، اور عام تائید کے فقدان کے بعد یہ شورش

خود بخود دب جائے گی۔

(۶) بلوچستان کے لوگوں کے کچھ حقیقی مسائل اور مطالبات ہیں جو بڑی حد تک انصاف پر مبنی ہیں، ان مطالبات کو ملک دشمنی سے تعبیر کر کے ان کے خلاف فوجی آپریشن کسی بھی طرح دانشمندی نہیں ہے، وہاں کے رہنماؤں سے ایک مرتبہ پھر سنجیدہ اور بامعنی مذاکرات کا سلسلہ شروع کر کے وہاں کی شورش پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔

(۷) پچھلے چند روز میں صدر مملکت کی طرف سے امریکہ کے بارے میں پہلی بار کچھ ایسے جرأت مندانہ بیانات آئے ہیں جو قومی غیرت کے عین مطابق ہیں، اور ان سے عوام کے دلوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے۔ ان بیانات کو صرف لفظی بیانات کی حد تک محدود رکھنے کے بجائے ان کو آئندہ اپنی عملی پالیسی کی بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔

ابھی وقت ہے کہ ان خطوط پر نیک نیتی سے کام شروع کر کے ملک وملت کو اس گرداب سے نکالا جا سکتا ہے، لیکن اس کے لیے قومی اتفاقِ رائے بھی نہایت ضروری ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان نازک حالات میں حکومت، سیاست دان اور فکری رہنما اپنی ذات سے بلند ہو کر ملک وملت کی سالمیت کے لیے بنیادی نکات پر متفق ہوں، اور اس مقصد کے لیے یک جان ہو کر کام کریں۔ اس اتفاقِ رائے کو حاصل کرنے کے لئے صدر مملکت کو پہل کرنی ہوگی، ان پر یہ فریضہ سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے بلند ہو کر تمام طبقۂ خیال کے لوگوں کو جمع کریں، اور اگر اختلافات کو ختم کرنے کے لئے موجودہ سیاسی ڈھانچے میں جوہری تبدیلیاں کرنی پڑیں، انتخابات کو قابلِ اطمینان بنانے کے لیے سیاسی رہنماؤں کے جائز مطالبات کو تسلیم کرنا پڑے، خواہ وہ صدر صاحب کی پہلے اعلان شدہ پالیسی کے خلاف ہوں، تو ملک وملت کی سالمیت اور ملک میں سیاسی استحکام کی خاطر ان کو گوارا کریں۔ سیاسی رہنماؤں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس موقع پر ملک کو بچانے کے لئے سیاسی عداوتوں کو فراموش کر کے کم سے کم نکات پر متفق ہوں جو ملک کی بقا کے لیے ضروری ہیں۔

موجودہ تہہ در تہہ بحرانوں کے حل کے لیے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ عدلیہ کو فعّال کیا جائے، عدلیہ پر عوام کا اعتماد بحال کیا جائے تاکہ لوگ سڑکوں پر انصاف کے حصول کی کوشش کے بجائے عدلیہ میں فریاد رسی کر کے حقیقی انصاف حاصل کر سکیں۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ جملہ ماورائے آئین اقدامات کو منسوخ کیا جائے، ان مقاصد کے حصول کے لیے اگر صدر پرویز مشرف کو ملک وملّت کی خاطر مستعفی ہونا پڑے تو اس سے گریز نہ کریں، یہ ایک باوقار طریقہ ہوگا، جس کا اس منصب کے شایانِ شان راستہ یہ ہے کہ وہ آئین کے مطابق صدارت کا منصب سینیٹ کے چیئرمین کے حوالے کریں، اور وہ تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر معینہ تاریخ کو شفاف انتخابات کرا کر اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیں۔

ہمارا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہے، اور نہ ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا ہے، اس لیے یہ تجویز کسی مخاصمت یا کسی ذاتی یا گروہی سیاسی مقصد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ملک وملت اور خود صدر پرویز مشرف صاحب کی خیر خواہی پر مبنی ہے، انہوں نے آئین سے ماورا جن اقدامات کے ذریعے صدارت کا عہدہ حاصل کیا ہے، وہ کبھی ملک میں دیرپا استحکام پیدا نہیں کر سکتے، ان کی وجہ سے انہیں جلد یا بدیر یہ عہدہ چھوڑنا ہوگا، لیکن اُس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی، اس کے برعکس اگر وہ رضاکارانہ طور پر ملک وملت کی خاطر یہ اقدام کریں تو ایک طرف اُن کا وقار بلند کرنے کا ذریعہ بنے گا، دوسری طرف ملک موجودہ سیاسی بحران سے نکل کر پٹری پر آ جائے گا، اور امید یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں شورش زدہ علاقوں میں بھی فوری بہتری

آ ئے گی۔

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم ۔مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۔صدر جامعہ دار العلوم کراچی۔

(۳) حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم ۔مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۔نائب صدر جامعہ دار العلوم کراچی۔

(۵) حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم ۔مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان۔

(۶) حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم ۔شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

(۷) حضرت مولانا محمد سلفی صاحب دامت برکاتہم ۔نائب مہتمم جامعہ ستاریہ

(۸) حضرت مولانا انوار الحق صاحب۔ نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

(۹) حضرت مولانا محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم ۔نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی۔

(۱۰) حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب۔نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی۔

(۱۱) حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی صاحب۔مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا۔

(۱۲) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم ۔جامعہ دار العلوم کراچی۔

(۱۳) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم ۔مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔

(۱۴) حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب دامت برکاتہم ۔نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۵) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب۔ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور۔

(۱۶) حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب۔ناظم اعلی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

(۱۷) حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری صاحب۔رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور۔

(۱۸) حضرت مولانا غلام الرحمٰن صاحب۔چیئرمین نفاذ شریعت کونسل صوبہ سرحد۔

(۱۹) حضرت مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم ۔شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان۔

(۲۰) حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم ۔مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔